تین وقت ہی بن کر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ اس سے تو پرہیز کریں۔ البتہ جب کبھی عصر کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، اسے قضا پڑھ لیا کریں۔

مجھے افسوس ہے کہ ہماری حکومت جن لوگوں کو تعلیم و تربیت کے لئے باہر بھیجتی ہے ان کی مذہبی ضروریات کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ اگر سرکاری طور پر اس کی فکر کی جاتی تو انگلستان میں ہمارے طلبا کے لئے حلال غذا کا بھی انتظام ہو سکتا تھا اور نمازوں کے لئے بھی ان کو وقت دلوایا جا سکتا تھا۔

(ا-م)

اخلاقی اقدار کو پیش کرنے کے لئے قرآن کا طرزِ بیان

سوال:

آپ کا مضمون بہ عنوان "ادب اور اخلاقی اقدار" جو ماہنامہ یثرب (شمارہ ستمبر و اکتوبر) میں شائع ہوا میری نظر سے گزرا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اخلاقی اقدار کو لٹریچر میں پیش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ وہی ہے جو قرآنِ حکیم نے اختیار کیا۔ قرآنِ حکیم حُسنِ کلام اور تاثیرِ کلام کا سب سے مکمل نمونہ ہے، ہمیں چاہیئے کہ قرآنِ حکیم نے انسانیت کو سنوارنے کے لئے لٹریچر میں اخلاقی اقدار کو جس طرح پیش کیا ہے، اس طرزِ بیان کو اختیار کریں۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اخلاقی اقدار کو پیش کرنے کے لئے قرآن کا طرزِ بیان کونسا ہے؟

جواب:

قرآنِ حکیم اخلاقی اقدار کو فلسفۂ اخلاق کی زبان میں پیش نہیں کرتا، بلکہ حکایات، تمثیل، تشبیہ و استعارہ، تعریف، زجر و توبیخ اور وعدہ وعید کی زبان میں پیش کرتا ہے۔ اس طرزِ بیان سے انسان کا نفس بھی متاثر ہوتا ہے اور ذہنیت بھی بنتی ہے۔ مثلاً سورۂ یوسفؑ میں وہ ایک تاریخی قصے کے پیرائے میں بہت سے لیکچر ایسے طریقے سے کرتا ہے کہ خود بخود انسان کا دل گواہی دیتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کا اخلاقی نمونہ انسانیت کا

بلند نمونہ ہے، اور اس کے مقابلے میں برادرانِ یوسفؑ، امرأة العزیز، زنانِ مصر اور حکام مصر تصویرِ انسانیت کے برے نمونے ہیں۔ یہ چیز آپ سے آپ چند اخلاقی قدروں کو انسان کے ذہن میں جاگزیں کر دیتی ہے اور ان کا اثر فلسفیانہ زبان کی بہ نسبت زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

یہ تاریخی قصہ جس ماحول میں بیان کیا گیا تھا، اس پر یہ پوری طرح منطبق بھی ہو رہا تھا اور اس کے نزول کے وقت میں اس طرح کے سارے کردار عملاً موجود تھے جن کی اس قصے میں کوئی حصہ داری تھی۔ سورۂ یوسف کے آئینے میں دراصل قرآن نے اہلِ مکہ کو ان کی صورتیں دکھلانے کا خاص اہتمام کیا تھا۔

پھر قرآن میں انسان کے اخلاقی کرداروں کو تمثیلی پیرایہ دے کر جابجا اس طرح سامنے لایا گیا ہے کہ بعض اخلاقی قدروں کی اہمیت اور بعض کا قابلِ نفرت ہونا پوری طرح محسوس ہو جاتا ہے۔ کسی خاص طرز کی انسانی سیرت کو مرئی شکل میں سامنے لانے کے لئے جو مثالیں قرآن میں مذکور ہیں ان میں سے ایک سورۂ اعراف میں ہے۔ یہاں دکھایا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو آیاتِ الٰہی سے منہ موڑ کر اپنی ہوائے نفس کی رو میں بہے چلے جاتے ہیں ان کے کیرکٹر کی تصویر کیا ہے۔ فرمایا: فمثله كمثل الكلب ج ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ؕ یعنی ہوا پرست آدمی اپنی اخلاقی ذہنیت کے اعتبار سے ایک کتے کی طرح ہوتا کہ جس کا نہ کوئی اصول ہوتا ہے اور نہ جس میں غیرت و حمیت ہی ہوتی ہے، اسے دھتکاریئے تو بھی زبان لٹکا دے گا اور اس سے نگاہ پھیر لیجئے تو بھی زبان لٹکائے رکھے گا۔ پھر اس تمثیل میں جس کردار کو بیان کیا گیا ہے اس کی زبان کو اتنا نمایاں کر دیا گیا ہے کہ اس سے خود بخود ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ کردار پیٹ کا بندہ ہے۔

ایک دوسری تمثیل سورۂ المدثر میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو: فما لهم عن التذكرة معرضين ؟ كأنهم حمر مستنفرة ؕ فرت من قسورة ؕ۔ اس مختصر تمثیل سے ان مشرکینِ عرب کا کردار دکھانا مطلوب ہے جو دعوتِ حق سے خود بھی اعراض کئے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اس سے دور بھگاتے تھے۔ اب قرآن نے استعارے کے طور پر ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ جیسے کچھ گدھے جنگل میں چر رہے تھے کہ کچھ آواز (خاص طور پر شیر کی دھاڑ) ان کے کانوں میں پڑی، اور وہ بغیر سوچے سمجھے کہ آواز کیا ہے، کدھر سے آرہی ہے، بدک کر اندھا دھند بھاگ کھڑے ہوئے، اور اس انداز سے بھاگے کہ بس جو ملا اسے بھی خوف و اضطرار کی حالت میں مبتلا کر کے ساتھ لے